قیمت: ۴۰ روپے

پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1095
بدھ 29 شوال 1445ھ مطابق 8 مئی 2024

رب نے سن لی!

مہر و وفا کا وہ پیکر کہاں ہے؟

قیمت: ۴۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن

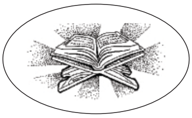

اعراض کرنے والے

وہ کہتے ہیں ہم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں، پھر ان میں سے ایک جماعت اعراض کرتی ہے، ایسے لوگ حقیقی مومن نہیں، جب انھیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک جماعت اعراض کرتی ہے۔

(سورۃ النور: آیت ۴۷،۴۸)

الحدیث

دعا سے اعراض

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”دعا تو بس عبادت ہی ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی (جس کا مفہوم ہے) تمھارا رب کہتا ہے: ”مجھ سے مانگو میں تمھاری دعا قبول کروں گا، وہ لوگ جو میری عبادت (دعا) سے تکبر اور اعراض کرتے ہیں، وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

(ترمذی)

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

چوری کی رقم کس طرح واپس کی جائے؟

سوال: میں نے کم عمری میں بہن بھائی کے ساتھ مل کر کسی کی چوری کی تھی، اب مجھے گناہ کا احساس دامن گیر ہے۔ رقم مالک کو لوٹانا چاہتی ہوں لیکن براہ راست دینے سے عمر بھر کا اعتبار جاتا رہے گا، کیوں کہ اس چوری کے بعد دوبارہ میں نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی، اب اس مسئلہ کا حل بتائیے کیا یہ رقم مالک کو ہی ادا کرنا ضروری ہے یا ان کی طرف سے صدقہ بھی کر سکتی ہوں؟ اگر پہلی صورت اختیار کرنا ضروری ہے تو یہ جائز ہوگا کہ یہ رقم چپکے سے ان کے سامان میں رکھ دوں؟
(بلقیس فاطمہ۔کراچی)

جواب: صدقہ کرنے سے حق دار کی حق رسی نہیں ہوگی، بلکہ اس کی ملک کرنا ضروری ہے، بغیر بتائے رقم ان کے سامان میں رکھنا بھی کافی نہیں، شاید وہ یہ سمجھ کر کہ کسی کی رقم بھولے سے میرے پاس آگئی، خود نہ رکھیں، اس لیے ایسا طریقہ اختیار کیجیے کہ رقم مالک تک یقیناً پہنچ جائے اور انہیں معلوم بھی ہو کہ یہ میری ہی ملک ہے۔ مثلاً کسی لفافے میں رقم ڈال کر اس میں پرچی لکھ کر رکھ دیجیے کہ یہ رقم آپ کی ملک ہے، اور لفافہ ان کے بیگ یا سامان میں رکھ دیجیے یا پھر ہدیہ کے نام سے براہ راست دے دیجیے۔

ہاتھوں کے بالوں کا رنگ تبدیل کرنا:

سوال: بعض لڑکیاں ہاتھوں کے بالوں کو بلیچ کریم سے بلیچ کرتی ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

بچوں کے متعلق سوالات:

سوال: بچوں کے متعلق ان سوالوں کے جواب دیجیے: بچوں پر روزہ کس عمر میں فرض ہوتا ہے؟ لڑکے پر نماز باجماعت کس عمر میں لازم ہوتی ہے؟ نیز کتنی عمر کا بچہ تراویح کی جماعت کروا سکتا ہے؟ (ام محمد حسن۔لاہور)

جواب: روزہ بلوغ کے بعد فرض ہوتا ہے، لیکن جب بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس کے سرپرست پر ضروری ہے کہ اس سے روزہ رکھوائے، اور دس سال ہو جائے تو زور دے کر نماز پڑھوائے اور روزہ بھی رکھوائے۔ پورے مہینے کے نہ رکھ سکے تو جتنے روزے رکھ سکے اتنے رکھوائے۔ نماز باجماعت میں حاضری بھی بلوغ کے بعد ضروری ہے لیکن سرپرست پر ضروری ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دے اور اپنے ساتھ مسجد میں لائے اور دس سال کے بچے کو مسجد جانے پر مجبور کرے۔ تراویح بلکہ کسی بھی نماز کی جماعت (خواہ فرض نماز ہو یا سنت و نفل) صرف بالغ لڑکا کروا سکتا ہے۔

تیرہ سالہ لڑکے کو اگر ڈاڑھی مونچھ آجائے:

سوال: تیرہ سال کی عمر میں اگر لڑکے کو ڈاڑھی مونچھ آنا شروع ہو تو اسے بالغ سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اس کی امامت جائز ہوگی یا نہیں؟ اگر ڈاڑھی صاف کرائے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب: تیرہ سالہ لڑکے کو ڈاڑھی مونچھ آجائے تو اسے بالغ اور جوان سمجھا جائے گا۔ اس کے لیے ڈاڑھی کٹانا حرام ہوگا۔ یہ امامت اور دیگر احکام میں مردوں کی طرح ہے۔

سجدہ تلاوت کے بعد آیت دوبارہ پڑھ لی:

سوال: کسی نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا لیکن سجدہ سے سر اٹھاتے ہی دوبارہ وہ آیت پڑھ لی، اب دوبارہ سجدہ کرے یا پہلا سجدہ کافی ہے؟ جان کر ایسا کرے یا بھول کر نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ ان تمام صورتوں کا حکم واضح کیجیے۔

جواب: ان تمام صورتوں میں ایک ہی سجدہ کافی ہوگیا، دوبارہ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں:

انڈے میں خون کی آمیزش:

سوال: کبھی تازہ انڈا توڑتے ہیں تو اندر ریت کے ذرہ کی طرح معمولی سا خون لگا ہوتا ہے، کیا ایسے انڈے کا استعمال جائز ہے؟ (ایک بیٹی)

جواب: جائز ہے۔

اذان جمعہ کے بعد عورت کا عورت سے سودا خریدنا:

سوال: کیا جمعہ کی دوسری اذان کے بعد عورتیں عورتوں سے خرید و فروخت کر سکتی ہیں؟ یا عورت دکان پر بیٹھی ہو تو کسی مرد یا عورت کو سودا دے سکتی ہے؟ ہم نے گھر میں سبزیاں لگا رکھی ہیں۔ گھر میں ہی بیٹھ کر بیچتی ہیں۔ اذان جمعہ کے بعد کوئی سبزی کا گاہک آئے تو سبزی دے سکتی ہیں؟ (ایضاً)

جواب: جمعہ کی پہلی اذان کے بعد دکان کھولنا جائز نہیں۔ خواہ عورت ہی چلائے، ہاں اگر دکان گھر میں ہو تو عورت عورت سے سودا لے سکتی ہے، خواہ اذان جمعہ کے بعد ہی ہو۔ کوئی مرد خریدار آجائے تو اذان اوّل کے بعد اسے سودا دینا جائز نہیں...... الا یہ کہ وہ جمعہ پڑھ چکا ہو۔

آئینہ گفتار

کتابوں کی زکوٰۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پچھلے کچھ برسوں میں ہم نے اسلام پبلی کیشن کے تحت بھی کئی کتابیں چھاپی ہیں اور ذاتی حیثیت سے بھی۔ چونکہ یہ کتابیں مالِ تجارت ہے تو ہر سال ان کی زکوٰۃ نکالنی ہوتی ہے۔

ہر سال مالِ تجارت کی جو زکوٰۃ بنتی وہ ہم نقد ہی ادا کیا کرتے ہیں مگر اس بار نیت کی کہ کتابوں کی زکوٰۃ میں کتابیں ہی دیں گے۔ ایک تو نقد رقم تھی نہیں، دوسرا یہ بھی کچھ علماء کرام سے سنا کہ مال تجارت کی زکوٰۃ میں اصل یہی ہے کہ مال ہی دیا جائے۔

خیر اس کے لیے ہم نے فیس بک پر ایک پوسٹ کی کہ اگر آپ کا کوئی ایسا چھوٹا تعلیمی ادارہ ہے جس میں مستحق زکوٰۃ طلبہ موجود ہیں تو انھیں کتابیں بھجوائی جاسکتی ہیں۔

ہمارے پاس نوعمر بچوں اور خواتین دونوں طبقات کے لیے اصلاحی اور تفریحی بہترین کتابیں ہیں۔ نیز مشہور خاص نمبر جیسے الف نمبر وغیرہ بھی بھجوائے جاسکتے ہیں، جیسا کہ پچھلے رمضان میں ایک خاتون نے ساڑھے تین لاکھ کے چھ سو الف نمبر کم وسائل والے قارئین کو تحفتاً بھجوائے تھے۔

خیر ہم نے اس کے لیے درج ذیل دو شرائط رکھیں:

۱۔ کتابیں ادارے ہی کو اس کے نام پر بھیجی جائیں گی، فرد کو ایک ایک کتاب نہیں بھیجی جاسکتی، اس میں بہت مشکل پیش آئے گی۔

۲۔ کتابوں کا ڈاک خرچ ادارے کو خود برداشت کرنا ہوگا۔

اس کے لیے ایسے غیر معروف چھوٹے ادارے جن کے ہاں مستحق زکوٰۃ طلبہ پڑھ رہے ہیں، اپنے ادارے کا نام، پتا، سرپرست کا نام اور طلبہ کی تعداد لکھ کر ہمیں بھیج دیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اندازے سے سب کو تھوڑی تھوڑی کتب بھیج دیں۔

ہمارا خیال یہ تھا کہ دس بیس اداروں کے نام آجائیں گے، جنھیں ہم پانچ پانچ کتابیں بھیج دیں گے اور یوں ہماری زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی اور ملک بھر کے سیکڑوں نادار طلبہ کا بھلا بھی ہوجائے گا۔

یہ خیال بھی تھا کہ اگر زیادہ نام آگئے تو کچھ ایسے ساتھی پبلشرز کو ترغیب دیں گے جن سے کتابوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں غفلت ہوجاتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر تجار اور خصوصاً پبلشرز حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ مال تجارت کی زکوٰۃ نقد ہی دی جاسکتی ہے۔ اس فاسد خیال کی وجہ سے عمومی طور پر تجار حضرات سے زکوٰۃ کے فریضے کی ادائی میں غفلت ہوجاتی ہے کیونکہ بیوپاری حضرات کے پاس نقدی تو عموماً ہوتی نہیں، پیسہ کاروباری سرکل میں گھوم رہا ہوتا ہے۔

اب جب ہماری پوسٹ کے توسط سے پتے آجائیں گے تو طرفین کا یہ فائدہ ممکن ہوگا کہ کوئی اور پبلشر بلکہ عمومی طور پر بھی کوئی زکوٰۃ دینا چاہے گا تو اس کے سامنے ایک مستند فہرست ہوگی۔

خیر ہم نے پوسٹ کی تو حیران رہ گئے کہ توقع کے خلاف پوسٹ وائرل ہوگئی۔ چند ہی گھنٹوں میں ملک عزیز کے طول وعرض میں پھیلے سیکڑوں چھوٹے چھوٹے مکاتب ومدارس کے پتے آگئے۔ گنے تو نہیں لیکن ان باکس اور کمنٹس کی صورت یہ تین سو سے اوپر پتے تو ہوں گے۔ کسی ادارے میں پندرہ طالب علم تو کسی میں پچاس۔ ان پتوں میں وطن عزیز کے انتہائی دور دراز اور دشوار ترین مقامات کے مدارس مکاتب زیادہ تھے۔ ایسے دیہی علاقے جن کے نام بھی ہم نے پہلی بار سنے تھے۔

ہم نے شرائط اس طرح رکھی تھیں کہ کوئی بھی بوگس پتا نہ تھا اور سب بہت ہی اچھے اور مخلص لوگ لگ رہے تھے جو نہایت کم وسائل میں اپنے اپنے علاقوں میں علم کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔

خیر اب ہم حسبِ عادت گھبرا گئے اور لگے مختلف پبلشرز کو پیغام بھیجنے کہ جناب! ہمارے توسط سے ایک فہرست تو بن ہی گئی ہے، جس سے آپ لوگوں کے لیے آسانی ہوگئی ہے، براہ کرم سب بیس بیس تیس تیس ادارے اپنے ذمے لے لیں تو ایک بہت اچھا کام ہوجائے گا۔

ایک پبلشر دوست کے علاوہ مگر باقی کسی نے بھی کچھ خاص ردعمل نہیں دیا۔

اِدھر پتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اب سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیسے اتنے سارے احباب سے معذرت کی جائے جنھوں نے ہم سے توقع باندھ لی ہے۔ پبلشر دوست اور ہم ملا کر بیس تیس اداروں میں تو کتابیں بھیج سکتے ہیں لیکن!

پھر ایک خیال آیا کہ ہمارے قارئین میں سے جو لوگ زکوٰۃ یا عطیات ہی کی مد میں ان چھوٹے غیر معروف مکاتب ومدارس کو کتابیں بھیجنا چاہیں تو ہماری فہرست سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خود مارکیٹ سے بھی اپنی پسند کی دینی کتب یا اصلاحی کہانیوں کی کتب خرید کر انھیں بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اسلام پبلی کیشن کی بہترین کتابیں جو بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام کی کہانیوں کے مجموعے ہیں، وہ بھی ہمارے توسط سے بھیجے جاسکتے ہیں۔

فہرست لینے یا کتابیں بھجوانے کے لیے اگر کوئی چاہے تو (03424198208) پر واٹس ایپ رابطہ کرسکتا ہے، شکریہ!

خوش رہیں۔

والسلام
مدیر مسئول
محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد

"خواتین کا اسلام" دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے، دو میگزین 28000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

مہر و وفا کا وہ پیکر کہاں ہے؟

بنت اختر۔ ڈی جی خان

باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے میری نگاہ اسٹور روم میں بچھے تخت پر پڑی۔ نانی اماں نے بڑے چاؤ سے یہ تخت بنوایا تھا۔ نماز پڑھنی ہو، کھانا کھانا ہو یا قیلولہ کرنا ہو یہ سب اسی تخت پر ہی آرام سے ہو جاتا تھا۔ عمر زیادہ ہونے کے باعث چارپائی یا گدے پر بیٹھنا ان کے لیے دشوار اور بیٹھنے کے بعد اٹھنا دشوار تر ہو جاتا تھا مگر تخت کے آنے سے انھیں بہت آرام مل گیا تھا۔ کافی عرصے سے نانی اماں اس کا تقاضا کر رہی تھیں اور جب یہ بن کر آیا تو نانی اماں فقط چند ماہ ہی اس کو استعمال کر سکی تھیں۔ اور اب ان کی وفات کے بعد آتے جاتے جب بھی اس پر نگاہ پڑتی ہے میرا دل کرلا اٹھتا ہے کہ یہ دنیا کس قدر فانی ہے۔ یہاں کی چیزوں کو انسان ڈھنگ سے برت بھی نہیں پاتا کہ اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

آج جب میں یہ سطور لکھ رہی ہوں نانی اماں کی وفات کو فقط دو ماہ اور بارہ دن ہوئے ہیں مگر سب نے نانی اماں کو یوں بھلا دیا ہے کہ جیسے وہ کبھی ہم میں تھیں ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ نانی جان سے ہمیں پیار نہیں تھا یا نانی ہماری اچھی نہیں تھیں بلکہ جب میں نئی نئی بیاہ کر یہاں ماموں کے گھر آئی تو مجھے یوں لگتا تھا کہ اگر نانی اماں یہاں نہ ہوتیں تو میرا دَم ہی گھٹ جاتا۔ میری اُن سے بہت گاڑھی چھنتی تھی۔ وہ مجھے بچپن ہی سے بہت پیاری بہت اپنی اپنی سی لگتی تھیں۔ بیاہ کر آنے کے بعد تو جیسے میری اُن سے پکی دوستی ہی ہو گئی تھی۔ میں اپنی ہر بات انھیں بتاتی اور ان سے مشورہ طلب کرتی تھی۔ کبھی کبھی جب نانی بہت اداس ہوتیں تو میں بار بار کے سنے گئے ان کے نوجوانی کے قصے دوبارہ چھیڑ کر بیٹھ جاتی تھی کہ نانی آپ مجھے بتائیں نانا کے جانے کے بعد آپ نے اپنے بچوں کو اکیلے کیسے پالا؟ کیا کیا مشقتیں اٹھائیں تو وہ کھل اٹھتیں۔ بہت خوشی سے بڑی تفصیل سے وہ سب بتائی ہوئی باتیں مجھے سناتیں اور میں بھی اس قدر حیرت سے سنتی کہ جیسے پہلے کبھی نہ سنے ہوں اور درمیان درمیان میں لقمے بھی دیتی جاتی کہ ہائیں! نانی آپ اتنا سب کیسے کر لیتی تھیں؟ ہم سے تو کبھی نہ ہو پائے ایسا، تو ایک فخر وانبساط سا ان کے چہرے پر نظر آتا اور اس وقت مجھے بہت اچھا لگتا کہ میں نے نانی کی اداسی کو دور کر دیا۔

نانی اماں نے بہت مشکل زندگی کاٹی تھی۔ شادی کے فقط چند سال بعد ہی شوہر نامدار دو بیٹیوں اور سات ماہ کے ایک بیٹے کو چھوڑ کر چل بسے۔ اس وقت نانی جان کی عمر فقط بیس سال ہی تھی۔ پھر باقی تمام عمر انھوں نے بچوں ہی کے لیے وقف کر دی۔ بڑی محنت کر کے بچوں کو پالا۔ ان کی محنت رنگ لائی اور بیٹیاں وقت پر اگلے گھروں کو سدھاریں اور بیٹا پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بن گیا تب جا کر انھیں کچھ سکون ملا۔

بہو کے طور پر وہ اپنی بھانجی بیاہ لائیں اور اُس کے اس قدر چاؤ اٹھائے کہ خود کو مشقت میں ڈال دیا مگر وہ سب بیٹے کی محبت میں کرتیں۔ اول اول تو بہو کو کسی کام کو ہاتھ ہی نہ لگانے دیا، پھر جب اولاد ہوئی تو رات رات بھر بچوں کو خود ہی سنبھالتیں کہ میرے بیٹے بہو کو آرام ملے اور نیند خراب نہ ہو۔ اس طرح انھوں نے چھے پوتے اور دو پوتیوں کو بھی خود ہی پال پوس کر بڑا کیا۔ بہو سے اُن کا وہی کھٹا میٹھا سا رشتہ تھا۔ کبھی اونچ نیچ ہو جاتی تو گھنٹوں آزردہ رہتیں، تب میں ان کو تسلی دیتی۔

عبادت گزار اس قدر تھیں کہ فرماتیں جب میری نئی شادی ہوئی تو گھر کے بالکل قریب ہی مسجد میں تہجد کے وقت سے ایک صوفی صاحب ذکر جہر کرتے تو گھر میں صاف آواز آتی تھی۔ فرماتی کہ وہاں وہ مسجد میں آتے، اِدھر میں گھر میں مصلیٰ بچھا کر بیٹھ جاتی اور جب وہ فجر پڑھ کر گھر جاتے میں بھی تب ہی مصلے سے اٹھتی تھی۔ جوانی ہی سے ذوق عبادت اس قدر تھا کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ ایام بیض کے روزے اور ہر ہفتے دو روزوں کا بھی معمول تھا، اور فرماں بردار بیٹا بھی ان کے ساتھ اس کارِ خیر میں شریک رہتا تھا۔ شروع ہی سے میں نے انھیں فرائض کے علاوہ نوافل بھی باقاعدگی سے پڑھتے دیکھا۔ اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد میں ہمیشہ بارہ رکعات ہی پڑھتی تھیں۔ جب بچپن میں کبھی ماموں کے گھر رہنے کے لیے آنا ہوتا تو ہم نانی اماں کے کمرے میں ہی سوتے تھے۔ رات میں سوتے تو وہ عشا پڑھ کر نوافل پڑھ رہی ہوتیں۔ درمیان میں آنکھ کھلتی تو تہجد پڑھتے دیکھتے۔ پھر وہ ہمیں صبح نماز پڑھنے کے لیے اٹھاتی تھیں۔ ہم نماز پڑھ کر سو جاتے اور نانی اماں فجر کے بعد مصلیٰ پر بیٹھتی اور اشراق، چاشت پڑھ کر ہی اٹھتیں پھر ناشتہ کرتیں۔

سمجھ میں نہیں آتا ان کی زندگی کے کس پہلو کو بیان کیا جائے اور کس کو چھوڑ دیا جائے۔ ان کی ساری زندگی عبادت اور خدمت سے عبارت تھی۔ اپنے بچوں کو پالا۔ شوہر کے گزرنے کے بعد بھائیوں کے آسرے پر تھیں تو بھتیجوں اور بھتیجیوں کو پالا۔ بیٹیوں کی شادی کی تو نواسے اور نواسیوں کو پالا۔ چلہ چلہ بھر سب کی خدمتیں کرتیں اور اس کے علاوہ کوئی بیمار ہے، شہر دوا لینے جانا ہے تب بھی نانی حاضر ہوتیں۔ بیٹے کی شادی ہوئی تو پوتے پوتیوں کو پالا۔ وہ سب جب بڑے ہوئے اور بیٹیوں کے بھی بچے شادی شدہ ہوئے تو ان کے بھی بچوں کو پالا۔ جس کسی کے ہاں بچے کی ولادت ہوتی، نانی اماں کو بلاوا بھیجا جاتا وہ بڑی محبت اور خوشی سے آتیں۔ بچے کو نہلانا دھلانا، بچے کی ماں کے لیے یخنی بنانا، کپڑے دھونا، گدیلے دھونا سب کام نہایت مسرت سے کرتیں اور بچے کا سر، ماتھا سب بٹھا کر بیس پچیس دن بعد ہی رخصت ہوتیں۔ میری بڑی دو بہنوں کے بالترتیب پانچ اور چھے بچے انھوں نے ہی پالے۔ پھر جب پوتی کی شادی ہوئی تو اس کے بچوں میں بھی وہ حاضر۔ آخیر میں جب عمر زیادہ ہوئی تو ہم کپڑے وغیرہ دھونے سے منع کر دیتے مگر پھر بھی بچے کو ساری ساری رات اٹھ اٹھ کر نانی ہی دیکھتی تھیں۔

صحت ان کی قابلِ رشک تھی۔ فرماتی تھیں ہمارے والد صاحب نے ہمیں خالص غذائیں کھلائی ہیں، اس لیے تو جوانی سے اس قدر مشقت کی زندگی گزارنے کے باوجود بھی

تک چاق چوبند ہوں۔

۸۶ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ آخری دنوں تک بھی اپنے کپڑے خود دھوتیں۔ کمبل، جائے نماز تک دھو ڈالتیں۔ ماسی کے دھلے کپڑے پسند نہ آتے تھے۔ دوبارہ خود دھونے بیٹھ جاتیں۔ مجھے بڑا رشک آتا۔ ایک دو دفعہ تو میں تسلہ لے کر پاس ہی بیٹھ گئی کہ نانی! آپ اس قدر صاف کپڑے کیسے دھو لیتی ہیں، مجھے بھی سکھائیے مگر مجھے آج تک ان جیسے کپڑے دھونے نہ آئے۔

کیا کیا لکھوں ان کے بارے میں، ایثار و قربانی کا پیکر تھیں وہ۔ خدا کی راہ میں چھپا کر صدقہ کرتیں۔ مسجد کے امام صاحب کے ہاں ہمارے گھر سے کھانا جاتا تو مجھے کہتیں اچھا کھانا بھیجا کرو اور اپنے حصے کے پھل اور اچھی اچھی چیزیں امام صاحب کے کھانے کے ساتھ کر دیتی تھیں اور ہمیں بھی اس کی ترغیب دیتی۔ رمضان المبارک میں سختی فرماتیں کہ مسجد میں نمازی آتے ہیں، خوب ڈھیر سارے پکوڑے، شربت اور اچھی اچھی چیزیں بنا کر بھیجو۔ بچوں کی وجہ سے ہم سستی کرتے تو خوب ڈانٹ پلاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، آمین! ساری زندگی بچوں کو قرآن پڑھاتی رہیں اور جب میں بیاہ کر آئی تو ان کے لیے تجوید کا قرآن لے آئی تو باقاعدہ آخری سالوں میں تجوید سے قرآن کا سبق لیتی تھیں۔ ہمیشہ دعا کرتیں کہ اے اللہ! مجھے کبھی کسی کا محتاج نہ کرنا اور ہوا بھی یونہی۔ وفات سے فقط تین دن پہلے فجر کی نماز کا وضو کرتے ہوئے ان کی طبیعت بگڑ گئی۔ پیٹ میں شدید درد اٹھا اور فقط دو دن کے بعد جمعۃ المبارک کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے خالقِ حقیقی سے جا ملیں (رحمۃ اللہ علیہا)!

ان کی وفات کے بعد مصمم ارادہ کیا کہ ان کے بارے میں مضمون لکھوں گی مگر اب جب لکھنے بیٹھی ہوں تو ادراک ہوتا ہے کہ دریا کو کوزے میں بند کرنے بیٹھی ہوں۔ ان کی وفات کے چوتھے یا پانچویں دن کی بات ہے جب میں نے مغرب کی نماز ان کی جائے نماز، ان کے تخت پوش پر ادا کی۔ نماز میں خوب روئی، اتنا کہ مجھے ڈر پیدا ہوا کہ نماز ہی نہ ٹوٹ جائے اور رونا ان کی جدائی پر نہیں تھا رونا اپنی کوتاہیوں پر تھا کہ ان کے ساتھ رہ کر ان کی قدر و خدمت نہ کر پائے۔ اتنی عمر میں بھی وہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے سنبھال کر بیٹھتی تھیں کہ جاؤ کھانا بنانا ہے، کام کرنا ہے کر لو میں انھیں سنبھالے بیٹھی ہوں۔ بچے اتنے شریر کہ نچلے نہ بیٹھتے تھے مگر بڑی مشقتوں سے برداشت کرتیں۔ کبھی کبھی میں ان کو کہتی لائیں نانی اماں آپ کے پیر دبا دیتی ہوں مگر منع کر دیتیں کہ رہنے دو مجھے عادت ہو جائے گی تو روز کون دبائے گا؟ اور تم بچوں والیاں ہو، میری وجہ سے تنگ مت ہو۔ میں ندامت سے کہتی نانی آپ کی کوئی خدمت نہ کر پائے ساتھ رہ کر بھی آپ کو کوئی آرام نہ دیا تو بڑی محبت سے گلے لگاتیں اور ماتھا چومتی کہ نہیں بیٹا آپ بچوں والیاں ہو مجھے کوئی گلہ نہیں۔ آہ! کیا کیا احسانات یاد کروں! دین و دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلیں۔ کاموں کی زیادتی نے کبھی ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالا۔ ہم سب کو نانی سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بے حساب جنت عطا فرمائیں۔ ابھی کل ہی بیٹھے بیٹھے اس قدر شدت سے یاد آئی کہ دل چاہا نانی اماں کو جا کر گلے لگ جاؤں اور سوچ لیا جب وقتِ اجل آیا تو جا کر سب سے پہلے نانی اماں کو بھینچ بھینچ کر گلے لگاؤں گی اور ان سے کہوں گی آپ کو بہت یاد کیا تھا میں نے۔ دن کاٹے نہیں کٹتے تھے آپ کے بغیر۔

قارئین سے ایصالِ ثواب کی استدعا کے ساتھ چند ایک اشعار پیش خدمت ہیں جو آپی نے نانی کی وفات پر لکھے۔

وہ صبر و محبت کا اک آسماں ہے
وہ کلیوں کی خوشبو، مہکتا جہاں ہے
خوشی نے بھی اوڑھی غموں کی ردا ہے
شب و روز سے روٹھی روحِ رواں ہے
چمن کے گلوں میں بھی رونق نہیں ہے
کیوں پارہ ہے دل اور آنسو رواں ہے
شجر اور حجر بھی میرے ہم نوا ہیں
کہ مہر و وفا کا وہ پیکر کہاں ہے؟
ہیں ویران آنکھیں پریشان دل ہیں
وہ آخر میرے پیارے ماموں کی ماں
وہ تھی کیا یہ ہر اک نفس پر عیاں ہے
عدن میں ہی جاکر ملاقات ہوگی
غموں کا مداوا تو کامل وہاں ہے

☆☆☆

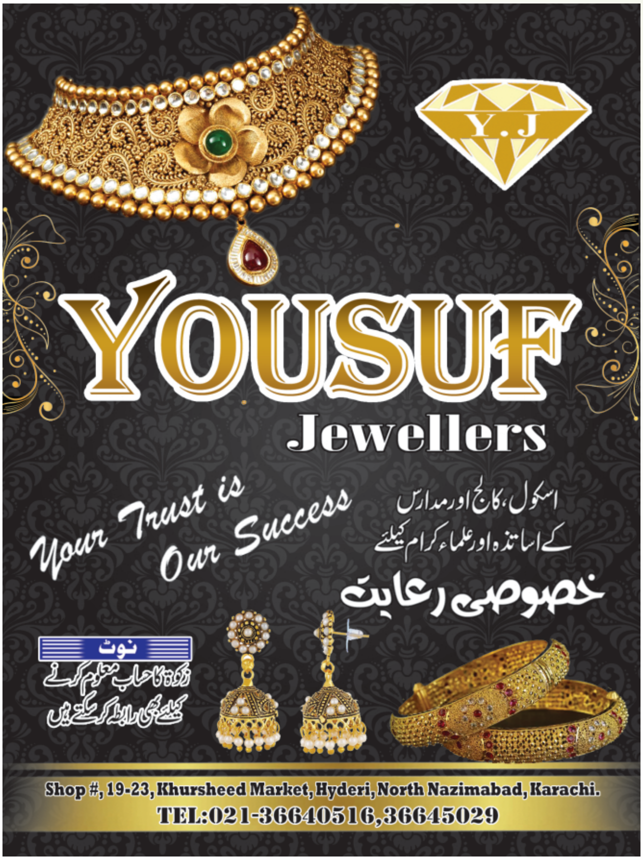

آیئے !!! اللہ تعالی کے دین کو سیکھ کر اللہ تعالی کی مدد حاصل کریں۔

الحمدللہ

Online

مریم اکیڈمی آسٹریلیا

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

میں سال 25-2024 کے لیے داخلے شروع ہو چکے ہیں۔

6 سالہ عالمہ کورس

- خاصہ سال اول / خاصہ سال دوم
- عالیہ سال اول / عالیہ سال دوم
- عالمیہ سال اول / عالمیہ سال دوم

چار سالہ تفسیر کورس
ابتداء سورۃ الأعراف سے

30 پارہ تفسیر کورس
دورانیہ 9 ماہ

دراسات دینیہ کورس
دورانیہ 2 سال

حدیث مبارکہ کورس
دورانیہ 9 ماہ

اسلامک فنڈامنٹلز کورس
دورانیہ 9 ماہ

بنیادی عربی کورس
دورانیہ 9 ماہ

وقتاً فوقتاً طالبات کی تربیت کے لیے اصلاحی بیانات

آغاز ان شاءاللہ
24 اپریل 2024
بروز بدھ

ہفتے میں 3 دن
صبح کے اوقات
8:30 تا 12:30 (پاکستان)
1:30 تا 5:30 (آسٹریلیا)
شام کے اوقات
4:00 تا 7:30 (پاکستان)
9:00 تا 12:30 (آسٹریلیا)

تمام عمر کی خواتین کے لیے
تمام طالبات پر خصوصی توجہ
مختصر اوقات تعلیم
تکرار کلاسز کا انتظام
ریکارڈنگ کی سہولت
تحریری و تقریری امتحان
آن لائن طالبات کے لیے سند

zoom

رابطہ کریں
+923244963035

YouTube: Mariyam Academy Dawah Channel

MariyamAcademyAustralia alghani.net

بنت صفدر علی

نہیں ہے چیز کوئی نکمی زمانے میں!

حرف حرف سچائی پر مبنی کلامِ الٰہی میں بارہا مواقع ایسے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے مخاطب ہوکر خود اسے سکھاتے ہیں کہ کس طرز پر مجھ سے مانگنا ہے اور کس انداز میں مجھ سے مخاطب ہونا ہے۔ سو ایسے ہی ایک موقع پر عرضی کے الفاظ بتلاتے ہوئے آخر میں فرمایا:

بیدک الخیر...!

''ہر طرح کا خیر میرے ہی ہاتھ میں ہے۔''

سطحی نظر سے دیکھنے والے کے ذہن میں سوال آتا ہے کہ ذاتِ باری جہاں خیر پر تصرف رکھتی ہے، متصرف شر بھی ہے، پھر یہاں محض خیر کے ذکر پر اکتفا کس حقیقت کی طرف مشیر ہے؟

تو گہری نظر سے دیکھنے والے اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''مصائب قوم عند قوم فوائد''

''ایک قوم کے مصائب دوسری قوم کے فوائد ہوتے ہیں۔''

مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ معارف القرآن میں اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ''مجموعہ عالم کے مصالح وفوائد پر نظر کرنے والا کسی نہ کسی درجہ میں اس حقیقت کو پا سکتا ہے کہ اس میں جتنی چیزیں خراب اور بری سمجھی جاتی ہیں وہ اپنی ذات میں چاہے بری سمجھی جائیں مگر پورے عالم کو اگر ایک جسم فرض کرلیا جائے تو وہ اس کے چہرہ کے خال اور بال ہیں۔ خال اور بال اگر بدن سے الگ کرکے دیکھے جائیں تو ان سے زیادہ خراب کوئی چیز نہیں۔ لیکن ایک حسین چہرہ کا جز ہونے کی حالت میں یہی چیزیں رونقِ حسن ہوتی ہیں۔

ربِ حکیم کا کون سا امر ایسا ہے جو مصالح وحکم سے مجرد ہو؟ کمی ہے تو ہماری سمجھ میں، نقص ہے تو ہماری اپنی فہم میں۔ وجہ یہ کہ جاہل انسان ہر فعل کو اپنی عقلِ ناقص کے معیار پر پرکھتا ہے۔

ذرا سا غور کیا جائے تو ہماری روزمرہ زندگی میں اَن گنت واقعات ایسے پیش آتے ہیں جو اللہ عزوجل کی کامل قدرتوں اور حکمتوں کی طرف رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ہمارے ہاں زیرزمین موجود پانی کی ٹینکی کے قریب سے گزرنے والا بیت الخلاء کا پائپ پھٹا اور اس کی دیواروں میں پڑی دراڑوں سے نجس اور غلیظ پانی ٹینکی میں داخل ہوتا رہا۔ جب ٹینکی کا پانی متعفن ہوا تو ہمیں اس کا علم ہوا۔

صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اللہ پاک سے اس پریشانی سے خلاصی کی دعا مانگی اور تدارک کی کوشش میں لگے۔ عبادات کے مسائل سے متعلق استاذ محترم سے رجوع کیا۔ اس دوران جو مشکل اور پریشانی ہوئی سو ہوئی مگر اتنا ضرور ہوا کہ ''بیدک الخیر'' کی تفسیر کھل کر سامنے آگئی، وہ یوں کہ اللہ رب العزت نے نجس پانی کو متعفن بدبودار نہ بنایا ہوتا تو ہمیں کیسے خبر ہوتی کہ پاک پانی پاک نہیں رہا اور نجانے کب تک نجس پانی یونہی استعمال میں رہتا؟ ایسے میں سانسوں پر ناگوار گزرنے والی بدبو کے پیدا کیے جانے پر دل مائل بہ شکر نہ ہوتا تو کیا ہوتا

ہمیں ہر چیز میں آئی نظر یارب ادا تیری
وہ کیسے ہوں گے جن لوگوں نے تجھ کو بے نشاں پایا

صورتِ حال ایسی ہے کہ اقبال مرحوم کے ہم خیال ہوئے بغیر چارہ نہیں جو کہتے ہیں۔

نہیں ہے کوئی چیز نکمی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

☆☆☆

ایک مجرب عمل

میری بہن اہلیہ عبدالرحمٰن نے خواب میں دیکھا کہ ان کے میاں صاحب انھیں جماعت میں نام لکھوانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

ع، م۔ چنیوٹ

بہن کہنے لگی کہ ابھی تو ہم تین ماہ قطر کے تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے ہیں!

خیر جب وہ نام لکھوانے لگی تو محترمہ باجی جان نے مذاکرہ سنانے کو کہا پھر جب بہن باہر نکلی تو چچا جان جعفر آگئے۔ میرے یہ چچا جان بھی وفات پاچکے ہیں، مرکز شوریٰ کے ممبر تھے، خوب تبلیغ کا کام کیا۔

خیر چچا جان نے آنے کی وجہ پوچھی، پھر فرمایا اللہ بہتر کریں گے۔ تم جو عمل کررہی ہو کرتی رہو۔

یہ کہہ کر خوب قہقہہ لگا کر ہنسے اور بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے، صحت بھی خوب تھی۔

پھر دو جہادی خوب صورت گھوڑے نظر آئے اور جہادی اشعار سنائی دیے۔

لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک عمل اہتمام سے پڑھا جاتا ہے۔ کافی فوائد حاصل ہوئے اور اب خواب میں پیارے چچا جان کی طرف سے پڑھنے کی تاکید پر سوچا کہ اس مجرب عمل کو عام کیا جائے۔

يَامَنْ يَّرٰى مَافِي الضَّمِيْرِ وَيَسْمَعُ
اَنْتَ الْمُعِدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ
يَامَنْ يُّرْجٰى فِي الشَّدَائِدِ كُلِّهَا
يَامَنْ اِلَيْهِ الْمُشْتَكٰى وَالْمَفْزَعُ
يَامَنْ خَزَائِنُ رِزْقِهٖ فِيْ قَوْلِ كُنْ
اُمْنُنْ فَاِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ اَجْمَعُ
مَالِيْ سِوٰى فَقْرِيْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةٌ
فَبِالْاِفْتِقَارِ اِلَيْكَ اَيْدِيْ اَرْفَعُ
مَالِيْ سِوٰى قَرْعِيْ لِبَابِكَ حِيْلَةٌ
فَلَئِنْ رُّدِدْتُّ فَاَيَّ بَابٍ اَقْرَعُ
اِنْ كَانَ لَايَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَالْمُذْنِبُ الْعَاصِيْ اِلٰى مَنْ يَّرْجِعُ
حَاشَا لِجُوْدِكَ اَنْ تُقَنِّطَ عَاصِيًا
فَالْفَضْلُ اَجْزَلُ وَالْمَوَاهِبُ اَوْسَعُ
وَمَنِ الَّذِيْ اَدْعُوْا وَاَهْتِفُ بِاسْمِهٖ
اِنْ كَانَ فَضْلُكَ عَنْ فَقِيْرِكَ يُمْنَعُ
ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ
خَيْرِ الْاَنَامِ وَمَنْ بِهٖ يُتَشَفَّعُ

اللہ رب العزت قبول فرمائے، آمین!

آخری قسط

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

جبین چیمہ

لیلیٰ واپس اردن اپنے گھر آ گئی تھی۔ اپنے دونوں بچوں کے پاس مگر ناصر وہیں رہ گیا تھا۔

آہ! وہ جدائی کے آخری لمحے جب وہ اپنی بہنوں اور باقی لوگوں سے رخصت ہو رہی تھی، اور جب وہ ناصر کو آخری بار خدا حافظ کہہ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ان پیارے چہروں کو اب شاید ہی دوبارہ دیکھ سکے۔

اس بار وہ اپنے ساتھ اپنے پیاروں کے کٹے پھٹے جسم، خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں، بھوکے بچوں کی سسکیاں، دواؤں کے بغیر کٹے پھٹے جسم لیے پھرتے بڑے اور بچے (جن میں ڈاکٹروں کو خدشہ تھا کہ کیڑے پڑ سکتے ہیں) کئی مہینوں سے بغیر نہائے اور بغیر کپڑے بدلے دنیا کے چنے ہوئے نفوس، روزے رکھتے، تراویح پڑھتے اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے کچھ سنہرے دل والوں کی یادیں لے کر آئی تھی۔

اس دفعہ اسے معلوم ہوا تھا کہ ہر حال میں شکر کیسے کیا جاتا ہے۔

وہ اردن واپس آئی تو گھر اپنی جگہ موجود تھا۔ اس کے بچے محفوظ تھے۔ گھر میں پانی تھا، بجلی تھی، کھانے کو وافر تھا۔

سب کچھ تھا مگر رات کو جب وہ بستر پر لیٹی تو بستر میں کانٹے سے اگ آئے۔

سردی کی یخ بستہ راتیں بغیر کسی چھت اور بغیر کسی بستر اور کمبل کے اس کے پیارے اُن خیموں میں کاٹ رہے تھے۔

''امی، امی!'' غادہ دوسرے کمرے سے لیپ ٹاپ اٹھائے بھاگی چلی آئی۔

''اماں! یہ دیکھیں یہ نیویارک میں فلسطین کے حق میں جلوس، اور یہ دیکھیں یہ آسٹریلیا میں یہ شخص قاتل اسرائیلیوں کا جھنڈا اٹھائے جا رہا تھا تو اس عورت نے اسے روک کے وہ ناپاک جھنڈا اپنے پاؤں تلے کچل دیا ہے۔

اور یہ دیکھیں یہ لندن میں کتنے لوگ باہر نکل کر فلسطین کی آزادی کے لیے نعرے لگا رہی ہیں اور یہ آئرلینڈ کے وزیر اعظم کا بیان سنیں۔

اماں! اللہ نے لوگوں کے دلوں کو پھیر دیا ہے۔''

غادہ ایک کے بعد ایک ملک میں نکلے فلسطین کے حق میں نعرے بلند کرتے جلوس دکھا رہی تھی اور پرجوش ہو رہی تھی۔

''اماں! ان شاء اللہ تعالیٰ دن پھرنے والے ہیں۔'' وہ بولی۔

''غادہ! ان میں دیکھو، غور سے دیکھو۔ ان میں کوئی ہمارا اپنا بھی ہے؟ کوئی میرا کلمہ گو بھائی؟ وہ کیوں نہیں نکلے؟ انھوں نے تو ابھی تک قاتلوں کے سفارت خانے بھی اپنے ملکوں میں بند نہیں کیے۔ اس وقت یہ کہاں منہ چھپائیں گے جب رب کائنات ان سے کہے گا کہ تم منافقوں سے تو کافروں کی ایکٹرسیں ہی اچھی رہیں جو میرے ان لوگوں کے حق میں آواز بلند کرتی رہیں جنھیں ناحق قتل کیا جا رہا تھا!''

لیلیٰ منہ کے آگے ہاتھ رکھے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹنے لگی۔

''اماں! اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فتح قریب ہے۔ خواہ وہ سارے کے سارے مارے جائیں یا زندگی کی طرف لوٹا دیے جائیں کہ اس میں ہار تو ہے ہی نہیں۔ رہے یہ نام نہاد مسلمان ملک تو ان کی اجتماعی موت واقع ہو چکی ہے۔ وہ صرف اپنے آج میں زندہ ہیں۔ ان کے پاس اپنے کل کے لیے نہ کوئی منصوبہ ہے نہ فکر ہے نہ سوچ۔''

غادہ اپنی اماں کو ساتھ لگائے تسلی دے رہی تھی۔

لیلیٰ نے آنکھیں صاف کر کے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ جو اپنی عمر سے کہیں زیادہ سمجھ دار اور باشعور ہو گئی تھی۔ وہ جو فلسطین کے مستقبل کے لیے پرعزم تھی۔ وہ جو بے شمار فلسطینی طالب علموں اور طالبات کی لیڈر تھی۔ وہ حماس کی نمائندہ تھی۔ وہ جو عنقریب اپنے بہت سارے ساتھیوں سمیت فلسطین کا جھنڈا اٹھا کر فلسطین کی جنگ میں حصہ لینے کا عزم رکھتی تھی اور وہ جو ماموں قاسم کی ہدایت کے مطابق اپنے ساتھیوں کو متحد کر رہی تھی۔ اس دفعہ حماس نے یہ کام اسے سونپا تھا کہ فی الحال اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں جا رہا تھا اور وہ اپنا کام بخوبی کر رہی تھی۔

''میری بہادر بیٹی!'' لیلیٰ نے فخر سے اس کا سر چوم لیا۔

☆......☆

خونی قاتل ساڑھے تین سو پریس کے نمائندوں کو قتل کر چکے تھے اور ان میں الجزیرہ سرفہرست تھا کہ وہ قاتلوں کی ایک ایک حرکت دنیا کے سامنے لا رہا تھا مگر وہ دنیا کی طرف کھلنے والی اس کھڑکی کو بھی بند کر رہے تھے۔

اس رات غادہ حمزہ کو مختلف نوعیت کے کام سمجھا کے اپنا لیپ ٹاپ کھول کے بیٹھی ہی تھی جب غزہ پر درندگی کی نئی نئی تصویریں سامنے آنے لگیں۔

الشفاء پر بمباری سے سینکڑوں لوگوں کی ہلاکت، ننھے بچوں کو زمین پر لٹا کر ان پر چلائے گئے بلڈوزر، قابل اور بہترین ڈاکٹروں کے ہاتھ پیچھے باندھ کر ان کے سروں پر گولیاں مارتے ہوئے ننگ انسانیت دھتکارے ہوئے سور!

اِن بندھے ہاتھوں والوں میں اس کے پیارے بابا ناصر کا چہرہ بھی تھا۔ آنکھوں میں غیظ وغضب لیے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھتے ہوئے اور آسمان پر فرشتوں کو نیچے اترتے ہوئے دیکھتے ہوئے اور پھر سر میں سے خون کا فوارہ چلتے ہوئے غادہ کی گود سے لیپ ٹاپ گر گیا۔

اس کی اماں بڑی مشکل سے سوئی تھیں۔ وہ انھیں یہ خبر ابھی نہیں دینا چاہتی تھی۔ حمزہ گھر نہیں تھا اور وہ سحری سے پہلے لوٹنے والا نہیں تھا کہ اسے مختلف کام کرنے تھے۔

ایسے میں وہ تنہا ہی اپنے باپ کے سوگ میں رونے لگی۔

کل ہی انھوں نے اسرائیلی سفارت خانے کا گھیراؤ کرنا تھا۔

''بابا! میں اور حمزہ اس عہد کو پورا کریں گے جو ہم سب نے اپنے رب سے باندھا ہے۔ ہم حق و باطل کی اس جنگ میں ضرور کامیاب ہوں گے کہ یہ میرے رب کا وعدہ ہے اور میرے رب کے سارے وعدے سچے ہیں۔ بابا! آپ اپنے عہد میں سرخ رُو ہو گئے، اب ہماری باری ہے۔''

اس نے ایک کاغذ نکالا۔ اس پر چند لکیریں کھینچ کر چند ہندسے لکھے۔ وہ دروازے کے

قریب گئی۔ چند لفظوں کا تبادلہ ہوا۔ اور اس نے وہ کاغذ آنے والے کے سپرد کر دیا۔ چند لمحوں میں وہ رات کے اسرار میں کھو چکا تھا۔

صبح لیلیٰ کو خاوند کی شہادت کی اطلاع مبارک باد کی صورت میں ملی۔ وہ جو لاشعوری طور پر اس اطلاع کے لیے تیار تھی، بے اختیار اللہ کے حضور بول اٹھی:

''یا اللہ ہم ہلا مارے گئے۔ ہمارے اوپر آگ کی بارش کی گئی۔ ہمارے جسموں سے کھالیں اتاری گئیں۔ ہمارے بچوں کے ننھے ننھے جسم بے دردی سے چیرے پھاڑے گئے۔ یا اللہ! ہمارے بہترین لوگوں کے اعضا زندہ حالت میں نکال لیے گئے۔ یا اللہ! وہ بچے جن کے ہر روز ٹانگیں اور بازو کٹتے ہیں اُن پر رحم فرما۔ یا اللہ! ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ تُو نے ہمیں دین پر پیدا کیا۔ مگر میرے رب اب ظلم کی انتہا ہو چکی۔ اب رحمت کے فرشتے کو حکم دے کہ وہ ہم پر تیری رحمتیں لے کر نازل ہو اور عذاب کے فرشتے کو حکم دے کہ وہ ان ذلت کے مارے صیہونیوں پر قہر بن کر ٹوٹ پڑے۔

میرے رب ہم کمزور ہیں، ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔''

''اماں!'' حمزہ آکر ماں سے لپٹ گیا۔

''اماں آپ کو پتا ہے اس غلیظ اور دھتکاری ہوئی قوم کے ساتھ اللہ رب العزت نے کیا کیا ہے؟ ان کے دماغوں کو الٹ دیا ہے۔ یہ اچانک سوئے سوئے اٹھتے ہیں۔ بندوق اٹھاتے ہیں اور ایک دوسرے پر فائر کھول دیتے ہیں۔''

''پتا نہیں میرا خاوند کتنی اذیتیں سہہ کر شہید ہوا۔ وہ بڑبڑائی۔''

تبھی غادہ نے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

''اماں! شہید کو شہادت کے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی کہ اس کی روح پہلے ہی قبض کر لی جاتی ہے۔ اس کی شہادت اس کے لیے اتنی مسحور کن ہوتی ہے کہ اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ بار بار اس عمل سے گزرے۔'' غادہ نے اس کا سر تھپکتے ہوئے کہا۔

''اچھا اماں! اب ہم چلے۔ بہت سے کام کرنے کے ہیں۔ اگر ہم واپس نہ آئیں تو یہ جھنڈا آپ کو اٹھانا پڑے گا۔''

غادہ کالے عبایے اور اسکارف میں منہ سر لپیٹے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''ہاں بالکل ہم میں ہر ایک اپنے عہد پر پورا اترے گا۔''

لیلیٰ نے آنسو صاف کرتے ہوئے ایک عزم سے کہا۔

☆......☆

بے شک وہ اپنے عہد پر پورا اترے۔

پون صدی تک انھیں ایک تنگ پٹی میں قید رکھا گیا۔ ان کے گھروں پر اور زمینوں پر قبضہ کر کے انھیں کیمپوں میں رہنے پر مجبور کیا گیا۔ دنیا کی زندگی ان پر تنگ کر دی گئی۔

مگر بجائے اس کے کہ وہ اپنے اس عہد سے پھر جاتے جو انھوں نے اسلام قبول کر کے اپنے رب سے کیا تھا۔ وہ اس پر اور مضبوطی سے جم گئے۔ انھوں نے حافظوں کی ایک پوری کی پوری نسل تیار کر لی اور آج کل وہ شعب ابی طالب کی گھاٹی کی طرح کی ایک گھٹی میں بھوک پیاس بیماریاں تکلیفیں اور اذیتیں سہہ کر اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصلی وارث ثابت کر چکے ہیں۔

بے شک گھاٹے میں رہ گئے وہ سارے نام نہاد مسلمان جن کو دنیا کی ہوس اور حرص نے دنیا کا کتا بنا دیا ہے۔

اور فلاح پا گئے غزہ والے کہ انھوں نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، آمین!

☆☆☆

رب نے سن لی!

بیٹی جیا کو ہسپتال داخل ہوئے تیسرا دن ہو گیا تھا۔ بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا۔ پچھلے دو سال سے اس کو خون جم کر لوتھڑے بننے کی بیماری کی وجہ سے خون پتلا کرنے کے لیے صبح اور شام پیٹ میں انجکشن لگتے رہے تھے جس کی وجہ سے بہت سارے مسائل تھے۔ ڈاکٹرز کی ٹیم جو چھ خواتین پر مشتمل تھی، کبھی امید دلاتی تو کبھی مایوسی......!

اس کی شادی کو ساڑھے سات سال ہو چکے تھے اور اس کے ہاں دو بار بے جان بچیوں کی ولادت ہوئی تھی۔

اب جیا کا حال یہ تھا کہ وہ کسی بھی حال میں بچہ پیدا کرنا چاہ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ حالت تشویش ناک ہے۔ بچے اور ماں دونوں کی جان کو خطرہ ہے تو پریشان تو ہم سب تھے مگر جیا ڈاکٹر کو مستقل یہ کہہ رہی تھی مجھے میرا بچہ بالکل ٹھیک چاہیے۔ آپ میری فکر نہ کریں۔

اپنی بیٹی کی دیوانگی دیکھ کر میں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے مالک! ماں کے آگے بچہ کبھی کوئی ضد کرتا ہے تو ماں زچ ہو کر بچے کی ضد پورا کر دیتی ہے تو اے ماں سے ستر گنا زیادہ محبت کرنے والے! میری بچی کی ضد اس کی دیوانگی بن گئی ہے، میں بے بس ہوں تو میری بیٹی کی ضد کو عافیت کے ساتھ پورا کر دے۔

کمرہ ڈاکٹرنیوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اپنی دعا کے ساتھ موبائل پر سورۂ یٰسین لگا دی۔ بے حد دھیمی آواز میں کہ صرف میرے کان میں آواز آئے کیونکہ میں غیر مسلم ملک میں تھی لیکن نجانے کیا ہوا کہ سورۂ یٰسین کی آواز جیسے پورے کمرے میں پھیل گئی سب اپنا کام کرتے کرتے قرآن کی آواز پر متوجہ ہو گئے اور پوچھنے لگے:

''یہ پیاری آواز کیسی ہے؟''

اسماء شاکر عثمانی۔ امریکا، ہیوسٹن

ہم نے بتایا کہ ہمارا قرآن ہے۔

اب پھر میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے مالک تیرا کلام اثر رکھتا ہے، ہمارے عمل کرنے میں، پڑھنے میں کمی سے تاثیر میں کمی ہو سکتی ہے مگر میرے مالک اب ان غیر مسلموں کے سامنے اپنے قرآن کی طاقت دکھا دے۔

آپ یقین کریں ابھی سورۂ یٰسین ختم ہوئی دوسرے پل بچے کی آواز آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ گناہ گار کی سن لی۔ میری بچی کو اللہ نے بیٹی سے نوازا۔ کیس ہوا بھی نارمل جس کی کسی کو توقع نہ تھی۔ سب ڈاکٹرنیاں کہنے لگیں کہ ماں اور بچے کا بچنا کرشمہ ہے۔

میرے رب نے ہمیشہ کی طرح آج بھی میری لاج رکھی۔

☆☆☆

سلمیٰ شاہ۔بورے والہ

اپنے دل سے پوچھ لو!

”جانتی ہوں میں تمھیں تم کتنی نیک ہو؟ ہونہہ اپنا تو پتا نہیں دوسروں کو بڑی نصیحتیں کرتی ہو، دوسروں کو کہنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر لو، ایسی بات دوسروں کو کیوں کہتی ہو جس پر خود عمل پیرا نہیں ہو؟“

معاشرے میں بولے جانے والے یہ عام جملے جو ایک دوسرے کو سننے کو ملتے رہتے ہیں۔ان جملوں کا پس منظر اور ان کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

کم وبیش ہر انسان خوشامد پسند ہوتا ہے الا ماشاء اللہ۔ وہ اپنے اردگرد خوشامد پسندوں کا حلقہ دیکھ کر پھولے نہیں سماتا۔ جی حضوری کے قائل لوگوں کو اپنا ہمدرد اور دوست سمجھ بیٹھتا ہے اور ذرا سی بھی تنقید برداشت نہیں کرتا، جبکہ مثبت تنقید جو اخلاق کے ساتھ ہو اور خیر خواہی پر مبنی ہو وہ خواہ کوئی بھی کرے، انسان کو نہ صرف اسے خوش دلی سے قبول کرلے بلکہ حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اپنی اصلاح کی ضرورت ہو تو اصلاح کرنی چاہیے۔

اگر ناقد واقعتاً مخلص خیر خواہ اور دوست ہے تو سونے پر سہاگا لیکن بالفرض وہ آپ کا دشمن بھی ہے تو بھی ”استفت قلبک فانه یفتیک“ (اپنے دل سے پوچھو وہ تجھے حقیقت بتلا دے گا) کے باوصف وہ مخالف بھی اگر سچی بات کررہا ہے تو آپ کا دل اسے آپ کا خیر خواہ اور ہمدرد قرار دے گا کیونکہ اس کی تنقید آپ کو اپنا محاسبہ کرنے پر مجبور کردے گی اور پھر اگر آپ انصاف پسند اور حقیقت پسند ہوئے تو یقیناً اصلاح کی طرف مائل ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر تنقید نہ تو بجا ہوتی ہے اور نہ ہی بے جا۔ بلاشبہ بے جا تنقید کرنے والا بھی غلط ہے لیکن بجا بات کی طرف بہت اچھے مثبت انداز میں متوجہ کیا جائے تو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔

دوسری طرف کسی کے سامنے تعریف کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو اس کے انعامات پر شکر بجا لانا یا بیجا خوشامد پر مبنی کلمات کہہ کر اپنا مفاد حاصل کرنا۔ پہلی صورت محمود (پسندیدہ) ہے اور دوسری صورت مذموم (ناپسندیدہ) تو ہر تعریف بھی اپنی ذات کے اعتبار سے نہ غلط ہے نہ ٹھیک۔

بس اسی پس منظر میں شروع میں دیئے گئے زبان زد عام جملوں پر اصلاحی نظر ڈالنا ضروری ہے۔ جب ہم سے کوئی واعظ یا ناصح مخاطب ہو کر کسی نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے تو ہم جھٹ سے بولتے ہیں کہ اپنی اور اپنے گھر کی خبر لو، پہلے خود تو اچھے بنو وغیرہ۔

یہ دراصل جان چھڑانے کے بہانے ہیں۔ایسی صورت حال میں ہم کیوں آپے سے باہر ہوجاتے ہیں جبکہ اچھی بات تو سنبھال کر رکھنے کی چیز ہوتی ہے ٹھکرانے کی نہیں اور حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے، اسے تو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے جہاں سے بھی ملے لے لینی چاہیے۔عربی کا محاورہ مشہور ہے:”أنظر والی ماقال ولا تنظر والی من قال“ (یہ دیکھ کہ کیا کہہ رہا ہے یہ مت دیکھ کہ کون کہہ رہا ہے!) اگر کہنے والا بالفرض بدعمل ہے تو اُس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کہی گئی بات تو اچھی ہے ناں، نصیحت کا سچّا موتی فوراً قبول کرنا چاہیے۔

ایک سوال ہے ذرا غور فرمائیں کہ ہم دودھ لینے یا کوئی بھی چیز لینے کسی دکان پر جاتے ہیں تو صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ خالص دودھ کہاں سے ملتا ہے یہ تو نہیں دیکھا جاتا کہ بیچنے والا بدعمل ہے یا باعمل؟ مسلمان ہے یا کافر؟ ہمیں تو بس اچھی چیز سے غرض ہوتی ہے، دینے والے کے کردار سے نہیں۔ یہاں یہ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ دکاندار کے سیرت و کردار کی پوری طرح چھان بین اور تحقیق کے بعد اُس سے مطلوبہ چیز حاصل کی جاتی ہے بلکہ یہاں تو صرف بیچنے والے کے معیار اور مقدار کی صداقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف اُس چیز کو قبول کیا جاتا ہے بلکہ دینے والے کی تعریف و توصیف کے گیت گائے جاتے ہیں۔

دنیوی معاملات میں جب اس حقیقت کو ہر کوئی پیش نظر رکھتا ہے تو دینی معاملات میں اس قدر کانٹ چھانٹ اور تنقیدی نظریے کا فروغ بہانہ سازی نہیں تو اور کیا ہے؟

تو ہم سیدھا یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمیں خیر کی بات قبول نہیں۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مقدس میں آیا ہے کہ ”یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون۔“ (اے ایمان والو تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں

جانِ جاناں کا پیام

سید نفیس الحسینی

اللہ اللہ! جانِ جاناں کا پیام آ ہی گیا
لطف کا پروانہ اک دن میرے نام آ ہی گیا
جذبۂ بے اختیار شوق کام آ ہی گیا
اک فقیر بے نوا تک دورِ جام آ ہی گیا
عاجز و درماندہ، سرتاپا شکستہ، ہائے ہائے
رفتہ رفتہ تادرِ بیت الحرام آ ہی گیا
آب جیواں کی تمنا تھی، سو پوری ہو گئی
چشمۂ زم زم پہ آخر تشنہ کام آ ہی گیا
اپنے ارماں پورے کرلے، خوب جی بھر کر یہاں
اے دل بے تاب! لے تیرا مقام آ ہی گیا
میری جان جس پر فدا، کون و مکان جس پر نثار
سامنے وہ روضۂ خیر الانام آہی گیا
ان کی یہ ذرہ نوازی، ان کا یہ جود و کرم
بارگاہِ اقدس میں بہرِ سلام آ ہی گیا
حاضری اب ہو رہی ہے سال کے بعد اے نفیسؔ
صبح کا بھولا ہوا گھر اپنے شام آ ہی گیا

☆

انتخاب: ام احمد عمر۔کراچی

کرتے)۔اس لیے تبلیغ بھی وہی کرے جو خود پہلے عمل پر پورا اترتا ہو۔

یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جن کا بالکل برعکس مطلب عام ہوگیا ہے۔

اس بات پر کچھ ماہ پہلے آئینہ گفتار میں مدیر بھائی نے بہت اچھی طرح توجہ دلائی تھی۔ انھی کی بات رکھتی ہوں کہ شانِ نزول کے اعتبار سے یہ آیت اُس عرفی ذہن اور محاورے کی نفی کرتی ہے جو لوگوں کی ذہنیت میں رچا بسا ہوا ہے۔ یہ آیت ہرگز یہ پیغام نہیں دے رہی کہ تم کسی کو حق بات نہ کہو کسی کو وعظ و نصیحت نہ کرو کیونکہ تم بدعمل ہو بلکہ یہ آیت اس بات پر متنبہ کر رہی ہے کہ ایسے کام کرنے کے دعوے مت کرو جس کے کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور اس کو کرنا ہی نہ ہو تو کبیرہ گناہ اور اللہ کی سخت ناراضی کا سبب ہے!(کبر مقتاً عنداللہ) کا مصداق یہی مذکورہ مفہوم ہے۔گویا ان آیات کا تعلق دعوے سے ہے جو کام آدمی نے کرنا ہی نہیں اس کا دعویٰ ہی کیوں کرتا ہے!

البتہ یہ اپنی جگہ شرم کی بات ضرور ہے کہ جس کام کی طرف لوگوں کو بلایا جائے خود ہی اس پر عمل نہ کیا جائے، تو خود بھی اس پر عمل اہتمام سے کرو، لیکن یہ بہر حال کہیں نہیں فرمایا گیا کہ جب خود عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کہنا بھی چھوڑ دو۔اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کرنے کی خود ہمت اور توفیق نہیں ہے تو اس کی طرف دوسروں کو بلانے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔امید ہے کہ اس وعظ و نصیحت کی برکت سے کسی وقت اُس کو بھی عمل کی توفیق ہو جائے(جیسا کہ بکثرت تجربہ و مشاہدہ میں آیا ہے)البتہ اگر وہ عمل واجب یا سنت موکدہ کے درجے میں ہو تو اپنے نفس میں نادم شرمندہ ہونے کا سلسلہ رکھنا بھی واجب ہے۔

نتیجہ کلام یہ ہوا کہ شروع میں دیے گئے جملے کسی ایسے شخص سے کہنا جو آپ کو وعظ و نصیحت کر رہا ہو غلط روش ہے اور اس کی اصلاح ضروری ہے۔کوئی بھی خیر کی بات ہو اُس کو نہ صرف سننا ضروری ہے بلکہ قبول کرنا بھی لازم ہے۔کہنے والے میں اگر کوئی کوتاہی ہے تو وہ اس کا اپنا معاملہ ہے مگر سچائی کو جھوٹ کہنا خود جھوٹ ہے۔پھٹے پرانے کپڑے میں لپٹا ہوا موتی صرف اس لیے کوئی نہیں پھینک دیتا کہ چونکہ کپڑا پھٹا پرانا ہے۔ایسے ہی اگر کوئی ظاہری اعمال کے اعتبار سے پراگندہ شخص کتنا ہی معاشرتی خرابیوں سے لبریز ہو مگر وعظ و نصیحت کے سچے موتی بہر حال صداقت ہیں۔

واضح رہے کہ خیر و شر کے پہلو کچھ تو واضح ہوتے ہیں اور کچھ مخفی بھی ہوتے ہیں۔اگر آپ کہنے والے کو کسی بدعملی کا مرتکب پاتے ہیں تو اس حقیقت کو بھی مت بھولیے کہ اس کہنے والے کی بہت ساری باطنی خوبیاں اور نیکیاں ایسی ہوسکتی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں، سو ظاہراً آپ کی نظروں میں بدکار انسان نجانے عنداللہ کس مقام کا حامل ہے اور آپ خواہ مخواہ اسے مطعون قرار دے کر اپنی نظروں میں اسے حقیر سمجھنے جیسے جرم عظیم کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں، لہٰذا اس رویے پر نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے جو ہم نے روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے کی ہمدردانہ گفتگو پر اپنا رکھتے ہیں۔اگر ہم دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھیں تو کبھی اپنے منہ سے ایسے بے جا کلمات نہ نکالیں اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ نصیب فرمائیں۔سچ کہا جس نے بھی کہا

جب تھا اپنے عیبوں سے بے خبر، تکتا رہا اوروں کے عیب و ہنر
جب پڑی اپنے عیبوں پر نظر، تو نظر میں کوئی برا نہ رہا

☆☆☆

بہادر قوم

بنت مولوی شبیر احمد۔ وہاڑی

میں ایک گھر میں مہمان تھا جب واپس آنے لگا تو میزبان کی بچی نے کہا:

”انکل! آپ آج گھر نہ جائیں، کل سنڈے ہے ہم سب بھی گھر ہوں گے۔“

ازراہِ تفنن میں نے کہا: ”نہیں بیٹا! کل تو اتوار ہے۔“

”نہیں نہیں انکل! کل سنڈے ہے۔“ بچی نے ترنت جواب دیا۔

اور میں نہایت دکھ سے سوچ رہا تھا کہ ہمارے بچوں کو انگریزوں کی زبان سکھا کر ان کی قومی زبان سے محروم کر دیا گیا ہے۔

کرنل محمد خان لکھتے ہیں کہ کئی یورپی ملک کے صاحب آئے ہم نے انھیں ہمارے انگلش میڈیم اسکول کا دورہ کروایا، پھر ان سے پوچھا کہ آپ نے ہمارے نظام کو کیسا پایا؟

تو وہ پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولے کہ ”آپ بہت بہادر لوگ ہیں۔“

”وہ کیسے سر؟“ میں نے حیرانی سے استفسار کیا۔

”اپنے ملک میں رہتے ہوئے بچوں کو دوسرے ملک کی زبان پڑھا رہے ہیں۔ میں اپنے ملک میں اتنی سی بات کہہ دیتا تو شام کو آپ مجھے جیل میں پاتے۔“

اور میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے لیے ’بہادر‘ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے ان کے ذہن میں نجانے کیا ’مفہوم‘ تھا۔

☆......☆

آج ہم اپنی اور بہت ساری چیزوں کی طرح اپنی زبان سے بھی دور ہو گئے ہیں۔

جبکہ ہماری اپنی زبان میں جو لذت، چاشنی ہے ایسی چاشنی عربی اور فارسی کے سوا دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہے اور عربی فارسی تو خیر اردو کی مائیں ہیں ہی۔

مثال کے طور پر کسی کو ’خوش آمدید‘ کہنا ہو تو انگلش میں ہمیں کچھ بے رونق سے الفاظ جیسے Wellcome ملے گا لیکن اسے اردو میں دیکھا جائے تو کتنے پیارے جملے ملتے ہیں جیسا کہ

۱۔ ہم چشم براہ ہیں۔

۲۔ پلکیں بچھائے کھڑے ہیں۔

۳۔ تشریف آوری کا شکریہ۔

۴۔ چشم ما روشن دلِ ما شاد وغیرہ

اس طرح کے کچھ جملے جیسا کہ

۱۔ میرے دل سے ہوک اٹھی۔

۲۔ آنکھیں نم ناک ہو گئیں وغیرہ۔

اگر ہم نے انگریزی کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تو کل اقبال، حافظ اور سعدی کو پڑھنے سمجھنے والا کوئی نہیں ملے گا۔

☆☆☆

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے

اُم محمد سلمان

یہ ہماری دور کی رشتے دار تھیں۔ اُن سے ملنا ملانا کبھی کبھار ہی ہوتا تھا وہ بھی کسی تقریب میں۔ ہمیشہ بہت محبت اور اپنائیت سے ملتیں۔ اکثر اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دیتیں۔ ایک بار کسی کام سے ان کے علاقے میں جانا ہوا تو دل چاہا ان سے بھی ملاقات کر لی جائے۔ ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں، بہت محبت سے خیر مقدم کیا، ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئیں۔

''بس تم آئی ہو تو آرام سے تسلی سے بیٹھو۔ کھانا بس تیار ہی ہے، کھا کے جانا۔''

میں نے لاکھ انکار کیا مگر وہ اتنی ہی محبت اور اپنائیت سے بضد رہیں سو میں بھی تسلی سے بیٹھ گئی۔

ان کی دونوں بیٹیوں نے مل کر کھانا لگایا۔ اروی گوشت کا سالن بہت ذائقے دار تھا۔ صاف ستھرے دسترخوان میں لپٹی نرم گرم روٹیاں اور سوجی کا حلوہ۔ سادہ سی چیزوں میں بے پناہ لذت تھی۔ ایک چیز مجھے بہت حیران کر رہی تھی، وہ اچھے خاصے مال دار لوگ تھے لیکن ان کا گھر بہت سادہ تھا۔ اگرچہ مضبوط اور صاف ستھرا تھا۔ ہر چیز قرینے سلیقے سے رکھی ہوئی مگر کسی چیز سے امارت ٹپکتی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کمرے کا فرنیچر لکڑی کا بنا ہوا عمدہ اور سادہ تھا۔ بستر پر بچھی چادر بھی کوئی بہت قیمتی نہ تھی۔ آرام دہ اور ہلکے رنگوں کی۔ گھر میں بہت ساری چیزوں کی بھر مار بھی نہ تھی۔ باورچی خانہ بھی بس ٹھیک ہی تھا۔ تھوڑے سے کیبنٹ لگے ہوئے۔ ان میں بھی بہت زیادہ سامان نہیں تھا۔ برتنوں کی الماری میں بھی کوئی ڈھیر برتنوں کا نہیں تھا۔ جو تھے وہ بھی اوسط درجے کے۔ بچیاں بھی سادہ اور پروقار لباس پہنے ہوئے تھیں، آج کل کی لڑکیوں کی طرح نہیں کہ تنگ پاجامے، چست قمیصیں اور گلے میں جھولتے دوپٹے۔

وہ بڑی خوش دلی سے مجھے اپنا گھر دکھا رہی تھیں اور میں ساتھ ساتھ حیران بھی ہو رہی تھی۔ کیوں کہ میں نے سن رکھا تھا کہ وہ لوگ بہت امیر کبیر ہیں تو پھر امارت نظر کیوں نہیں آ رہی؟

میں نے حیرت زدہ سے لہجے میں پوچھ ہی لیا:

''زینب خالہ! میرے شوہر تو آپ لوگوں کے بارے میں بہت کچھ بتاتے رہتے تھے کہ آپ لوگوں کا بہت بڑا کاروبار ہے اور پاکستان کے کئی شہروں میں پھیلا ہوا ہے، اور ماشاء اللہ کئی غریب گھروں کے چولھے آپ لوگوں کے برکت سے جل رہے ہیں۔ مدارس اور خیر کے کاموں میں کثرت سے خرچ کرتے ہیں ماشاءاللہ!

''اللہ کے فضل اور توفیق سے ایسا ہی ہے بیٹی! وہ ٹھیک کہہ رہے تھے۔''

انھوں نے ایک عاجزانہ سی مسکراہٹ کے ساتھ تائید کی۔

''تو پھر گھر میں ایسا کچھ نظر کیوں نہیں آ رہا؟ دیکھیے آپ برا نہ مانیے گا میرے کہنے کا مطلب ہے کہ لوگوں کے پاس دولت ہوتی ہے تو نظر آتی ہے۔ گھر بڑے خوب صورت سجے سجائے ہوتے ہیں، رہن سہن بہت اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے لیکن مجھے یہاں ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا۔ اس لیے میں تردد کا شکار ہوئی۔''

میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

وہ ہلکے سے ہنس پڑیں۔ ''کوئی بات نہیں، بلکہ خوشی کی بات ہے کہ تم نے دل کی دل میں نہیں رکھی، تمھاری الجھن اپنی جگہ ٹھیک ہے۔''

''تو پھر میری الجھن کو سلجھائیے نا خالہ!'' میں نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

میں حقیقتاً اُن کی اس سادگی کی وجہ جاننا چاہ رہی تھی۔

وہ یوں گویا ہوئیں:

''بس میرے شوہر کی صحبت ماشاءاللہ شروع ہی سے بہت نیک، دین دار لوگوں میں رہی ہے تو میرا ملنا جلنا بھی ان کی بیگمات سے ہی زیادہ رہا ہے، اور وہ سب ایسی ہی ہیں تو میں بھی اسی رنگ میں رنگتی چلی گئی۔ جب شادی ہوئی تو جوانی کے دن تھے، ہر چیز کا شوق تھا، شوہر بھی ہر خواہش پوری کرتے تھے مگر خود بڑے سادہ رہتے تھے۔ کھانے پینے میں بھی بس ضرورت کے درجے میں طیب اور عمدہ چیز دیکھتے لیکن بہت ساری چیزوں کی حرص نہ کرتے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے، لیکن مجھ پر کبھی کوئی جبر نہیں کیا۔ بس دینی محافل میں لے جایا کرتے تھے۔ درس و تدریس میں شرکت کرتے کرتے میں نے بھی زندگی کا اصل مقصد جان لیا اور پھر بس اسی راہ پر گامزن ہو گئی۔

''اور کیا ہے زندگی کا مقصد؟ کیا اچھا کھانا پہننا، آسائشوں میں رہنا غلط ہے؟ گناہ ہے؟''

''نہیں بیٹی! غلط ہے نہ گناہ ہے۔ نمائش اور تکبر کا جذبہ نہ ہو تو دنیا کی نعمتیں آسائشیں سب استعمال کرنا جائز ہے کچھ بھی منع نہیں۔''

''تو پھر آپ کا گھر آپ کا رہن سہن اتنا سادہ کیوں ہے خالہ!؟''

''کیوں کہ اگر جائز ہے مگر سادگی ایمان کا حصہ ہے بیٹی! جب ایمان دل میں اتر جاتا ہے تو زندگی خود بخود سادہ ہونے لگتی ہے۔'' انھوں نے رسانیت سے کہا۔

''کیسا ایمان بھلا، میں نے بڑے بڑے دینداروں کے گھر اور ان کی خواتین کو دیکھا ہے کہ دنیا کی نعمتوں کو خوب استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اللہ نے دیا ہے تو نظر بھی آنا چاہیے۔''

''کتنا نظر آنا چاہیے؟'' انھوں نے الٹا مجھ سے سوال پوچھ لیا۔

ان کی گہری نظروں میں عجیب سا درد تھا۔

میں نے وہی گاڑی، بنگلے اور اسٹینڈرڈ کی باتیں دہرا دیں۔

وہ دکھی انداز میں ہنس دیں۔

''یہ ہماری غلط سوچ کا نتیجہ ہے بیٹی! اب تم نے یہ تذکرہ چھیڑا ہے تو میں کچھ تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنا چاہتی ہوں۔ میری کوئی بات بری لگ جائے تو اپنی خالہ کو معاف کر دینا۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں خالہ! مجھے کچھ برا نہیں لگے گا، آپ کہیے۔ میں ہمہ تن گوش ہوں۔''

وہ کہنے لگیں: ''جب ہم اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں انتہائی سادگی یہاں تک کہ عسرت نظر آتی ہے۔ ان پر تو دنیا کے خزانوں کو پیش کر دیا گیا تھا بیٹی! مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ چاہتے تو ان کے دائیں بائیں سونے چاندی کے ڈھیر ہوتے مگر انھوں نے پسند نہیں کیا۔ مدنی دور فتوحات کا زمانہ تھا، ان

کے پاس کئی جگہوں سے مال آتا مگر وہ سب کا سب غریبوں مسکینوں میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ سوچنے کی بات ہے کہ انھوں نے اپنے لیے دنیا کی فراوانی کو پسند کیوں نہیں کیا؟ کیوں ایک دن کھاتے اور ایک دن بھوکے رہتے تھے؟ کیوں ان کے گھروں میں دو دو ماہ تک چولھے نہیں جلتے تھے؟ کیوں کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ کیوں ان کا لباس فاخرانہ نہیں تھا؟ کیوں ان کے حشم خدم نہیں تھے؟ آخر انھوں نے اپنے لیے ایسی زہد والی زندگی کا انتخاب کیوں کیا؟''

''کیوں کیا خالہ!؟''

میں نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں پوچھا۔

سچ تو یہ ہے میرا دل اندر سے دہل گیا تھا۔

''کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اسلام کی اصل روح کیا ہے اور اللہ تعالی کیا چاہتے ہیں؟ اُن پر قرآن نازل ہوتا تھا، وہ نہ سمجھتے تو کون سمجھتا کہ وما الحیوۃ الدنیآ اِلا لعِب ولھو وللدار الاٰخرۃ خیر لِلذِین یتقون افلا تعقِلون۔(الانعام)

اور دنیوی زندگی (کی عیش وعشرت) کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ہی ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے نہیں چاہا کہ ان کے محبوب نبی اس دنیا میں دولت مندوں کی طرح زندگی گزاریں۔ اللہ نے جیسا چاہا نبی علیہ السلام نے ویسا ہی کر کے دکھایا تو رب العالمین نے قرآن میں ان کے اسوہ حسنہ کو کامیابی کی دلیل بتا دیا اور ان کی پوری زندگی تو ہم سب کے سامنے ہے۔ زہد و تقوی سے معمور اور دین کی سر بلندی کے لیے جدوجہد سے بھرپور زندگی، جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو چراغ میں تیل ڈالنے کے لیے پیسے نہیں تھے مگر دیوار پر تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ انھوں نے دنیا کی دولت کو اپنی ذاتی آسائشوں پر نہیں بلکہ دین اسلام کی سربلندی کے لیے استعمال کیا۔

ہم تو بس یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع تو نہیں کیا دنیا کی آسائشیں استعمال کرنے سے اور دھڑا دھڑ دنیا اپنے گھروں اور دلوں میں لادے چلے جاتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ خود انھوں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے کیا پسند کیا۔ بے شک نعمت کا اثر نظر آنا چاہیے مگر کتنا؟ کیا بس اتنا کافی نہیں کہ آدمی متوسط درجے میں اپنے اور اہل خانہ پر خرچ کرے، ہر ضرورت اچھے انداز میں پوری بھی کرے مگر اس سے زیادہ آسائشوں اور عیاشیوں پر خرچ کرنے کی بجائے دین کی نصرت پر خرچ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرما رہے ہیں: ''خوش نصیب ہے وہ شخص جو اسلام لایا اور بقدر کفایت روزی دیا گیا اور جو کچھ اللہ نے اسے دیا، اس پر قانع رہا۔'' (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس شخص کو خوش نصیب کہہ رہے ہیں وہ، وہ شخص ہے جسے ضرورت کے درجے میں تھوڑی روزی دی گئی اور وہ اس پر خوش اور قانع ہے جب کہ ہمارے نزدیک وہ قابل رحم ہوتا ہے۔ ہائے بے چارہ سہولیاتِ زندگی کے لیے ترس رہا ہے، حالانکہ قابل ترس تو وہ ہوتا ہے جو دنیا کی نعمتوں میں کھیل رہا ہو مگر آخرت بنانے والے اعمال سے غافل ہو۔ جو دولت اللہ تعالی نے اسے دی ہو بجائے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے اپنی عیاشیوں پر اڑا دیتا ہو۔ ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں جو نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر وسیع کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کر دی گئی تھی اور تم اسے بہت زیادہ چاہنے لگو گے جیسے تم سے پہلے لوگ چاہنے لگے تھے، پھر وہ تم کو برباد کر دے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں کو اس نے برباد کر دیا۔ (بخاری)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہیں پڑھتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام آفات کی جڑ ہے لیکن مانتے نہیں، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور دنیا کی چیزوں پر ریجھے چلے جاتے ہیں۔ ایک کے بعد ایک دنیاوی ساز و سامان سے گھروں کو بھرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک بار بھی نہیں سوچتے پیارے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گھر کیسا تھا؟ اور امہات المومنین کے کردار کا بھی جائزہ لو کبھی ان کی سیرت کا مطالعہ کرو تو پتا چلے ہماری اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہد و تقویٰ اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک بار تھال بھر کر درہموں کا آیا اور اسی وقت سب بانٹ دیا جب کہ اپنے کپڑوں میں پیوند لگے تھے۔ خود روزے سے تھیں خادمہ کہنے لگی کیا ہی اچھا ہوتا ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں تو آج ہم بھی گوشت کھا لیتے تو فرمایا اس وقت یاد دلا دیتیں تو میں منگوا لیتی۔

جن کے خدمت میں تھال بھر بھر کے درہم و دینار کے پیش کیے جائیں اور ان کے لباس بھی پیوند زدہ ہوں تب بھی سب کچھ خیرات کر دیں ہم کہاں سے لائیں وہ حوصلہ؟ ہم تو کچھ بھی نہیں کر پا رہے بیٹی!

ابو جان جی!

سونیا بلال

''ابو جی......ابو جان......ابو جی......ابو جان جی!''

(یہ کوئی چیز مانگنے کا ہاجرہ کا مخصوص انداز ہے)

''جی، ابو کی جان جی؟''

ابو کی طرف سے پوچھا گیا۔

''وہ نا، میں نا، کتنی چھوٹی سی بچی ہوں ناں، اس گھر میں سب سے چھوٹی، آپ کے ہاتھ جتنی، اس دستا نجیتنی، دیکھیں ذرا، ہے نا؟ اور اوپر سے اس چھوٹی سی، اچھی سی بچی کا روزہ بھی ہے۔

''کیا کام ہے آپ کو مجھ سے؟'' ابو نے سمجھ لیا کہ کوئی چیز چاہیے۔

وہ ناں پیارے ابو جان جی! آپ مجھے ڈیوائس دے سکتے ہیں؟ بس تھوڑی سی دیر کے لیے، پلیز پلیز پلیز۔''

مدعا سامنے آ گیا تھا۔

ہمیں بھی تو دعاؤں کی قبولیت کے ایسے ہی مانگنا چاہیے۔

اللہ کی کبریائی کے اقرار، اور خوبصورت ناموں، صفات کے ساتھ

اپنی کمزوری، چھوٹے ہونے اور بے بس ہونے کے اقرار کے ساتھ

بار بار، اٹھتے بیٹھتے جیسے یہی سب سے اہم اور ضروری کام ہو۔

اور پورے یقین کے ساتھ۔

☆☆☆

دیکھ لو آج مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ دنیا کی محبت نے انھیں پورے عالم میں ذلیل کر کے رکھ دیا لیکن یہ نادان پھر بھی نہیں سمجھتے۔ بس اللہ تعالیٰ ہمیں مال و دولت کے فتنے سے بچائے بیٹی! بے شک یہ بہت بڑا فتنہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ دنیا کی نعمتوں کا استعمال ممنوع نہیں ہے حلال ذریعے سے کمائی گئی سب جائز ہے۔ ہم بھلا کون ہوتے ہیں جائز کو ناجائز کہنے والے مگر اسوہ حسنہ سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ سب جائز تو ہیں لیکن معیاری نہیں۔ معیار تو وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے متعین کر گئے۔ سادگی ہی اصل معیار ہے۔ انسان اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں لگا رہے تو یہ ایک کے بعد ایک بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں، یہ کہیں نہیں رکتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ: آدمی کے پاس ایک سونے کی وادی ہو تو دوسری کی تمنا کرے اور دوسری کے بعد تیسری کی۔ اور ابن آدم کا پیٹ تو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ یعنی موت ہی اس کی خواہشات اور تمناؤں کو ختم کر سکتی ہے ورنہ جب تک زندگی ہے تب تک ھل من مزید کے چکر میں پھنسا ہی رہتا ہے، سوائے اس کے جسے اللہ اس دنیا سے بچا لے۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں۔

ان کی باتیں میرے دل پر گہرا اثر ڈال رہی تھیں۔

میرا دل چاہا میں بھی ان کے جیسی بن جاؤں۔ کیسے انھوں نے اتنا صبر کیا ہوگا؟ سب کچھ اپنے پاس ہوتے ہوئے بھی دل کی خواہشوں کو مارا ہوگا صرف اس لیے کہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی منتخب کردہ زندگی پر چل سکیں۔ اسوہ حسنہ کو اپنا سکیں۔ اپنے دل کی کتنی ہی خواہشات کو دبا کر مستحقین کی مدد کرتی ہوں گی۔ باوجود اس کے کہ وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کر سکتی ہوں گی لیکن صرف اس لیے چھوڑتی گئیں کہ ہمارے پیارے نبی نے اس دنیا کی زندگی سے صرف بقدر ضرورت لیا تو وہ اپنی تجوریاں بھر کے کیا کرتیں۔

میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ مجھے بہت اعلیٰ وارفع لگیں بالکل ایسی جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے اور دنیا سے بے رغبتی بڑھ جائے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ہمیں آج اپنے اردگرد ایسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں جنھیں دیکھ کر سادگی اپنانے کو دل چاہے۔ جنھیں دیکھ کر حقیقتاً آخرت کی یاد دل میں پیدا ہو جائے انسان اپنی قبر، حشر کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ دنیا کی حقیقت اس پر کھل جائے کہ یہ تو محض دھوکے کا گھر، مچھر کا پر اور کھیل تماشا ہے۔

شام ہوئی تو میں اپنے گھر واپس آ گئی، ایک نیا جذبہ اور نئی سوچ لے کر اس دنیا کے دھوکے میں اب نہیں آنا۔ اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ہے۔ اپنی خواہشات کو اندھا دھند پورا کرنے کی فکر میں نہیں پڑنا بلکہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ہے ان شاء اللہ! وہ جو کہہ گئے تھے:

مفہوم: "دنیا میں ایسے گزر بسر کرو جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر۔"

☆☆☆

مہمان نوازی

بنت شبیر احمد قریشی

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچانک مہمانوں کی آمد پر خواتین بوکھلا جاتی ہیں کہ کیا بنائیں؟ ٹھنڈا یا گرم، کیا پیش کریں؟

سردیوں میں مہمانوں کی آمد پر گرما گرم چائے بنائیں۔ ساتھ ہی چولہے پر تیل چڑھا کر اس دوران آلو چھیل کر سادہ چپس یا بیسن میں بھگو کر چپس تل لیں۔ آپ پکوڑے بھی بنا سکتی ہیں۔ ان چیزوں کو آپ دہی پودینے کی چٹنی یا کیچپ کے ہمراہ ٹرے میں سجا کر پیش کریں۔

گرمیوں میں شربت تیار کر کے برف کے ٹکڑے ڈال کر پیش کریں۔ ساتھ فروٹ اور چپس وغیرہ رکھ سکتی ہیں۔

مہمان اگر کھانے پر رکیں اور انہیں جانے کی جلدی بھی ہو تو ایسی صورتحال میں وہ ڈشز بنائیں جو جلدی تیار ہو جائیں جیسے گرائنڈ چاولوں کی کھیر میں چند گاجریں کدوکش کر کے شامل کر کے بنا لیں، یا شیر خورما وغیرہ بنا لیں، سالن میں مرغی یا انڈے ٹماٹر کا سالن بنا لیں۔ دستر خوان پر سلاد اور پھلوں کی ٹوکری میں پھل اور پلیٹ میں چھری ساتھ رکھ دیں۔ عید کے دن خاص طور پر کوئی سوئیٹ ڈش یا بریانی بنا کر رکھیں، چپس باریک کاٹ کر انہیں کڑک سا تل کر مصالحہ ڈال کر رکھیں، چاٹ یا فروٹ چاٹ بھی بنا لیں تاکہ اچانک مہمانوں کی آمد پر آپ کو پریشانی نہ ہو۔

اگر آپ مہمانوں کی آمد پر موسم کی مناسبت سے اہتمام کریں گی تو یقیناً مہمان آپ کے ذوق کو پسند کریں گے۔

☆☆☆

مدینے کا حرم یاد آرہا ہے

بنت امیر شریعت مدظلہا

مدینے کا حرم یاد آرہا ہے
کہ دل سینے سے نکلا جارہا ہے
سیاہی ڈھل گئی فردِ عمل کی
مواجہ پر بلایا جارہا ہے
ریاضِ خُلد میں اذنِ حضوری
مرا آقا کرم فرما رہا ہے
طوافِ بیت وجرعہ ہائے زمزم
کہ خم پر خم لنڈھایا جارہا ہے

***

Haft Roza "Khawateen Ka Islam" Regd.No:MC1437

عربی سلاد فتوش!

صوفیہ کاشف

پاکستان میں چاولوں کی کسی ڈش کے ساتھ کچومر سلاد اور مہمان داری کے طور پر فروٹ چاٹ کو بہت شوق سے تناول کیا جاتا ہے۔ عرب میں ہم نے ایک سلاد فتوش ایسا دیکھا کہ جس کے ذائقے کا خصوصاً اگر وہ متحدہ عرب امارات کے روٹانا ہوٹل کا ہو تو کوئی جواب ہی نہیں۔ اس کے نام فتوش کے بارے میں ایک روایت ہے کہ یہ ترکش زبان سے آیا ہے، اور لبنانی نام سے مل گیا۔ فلسطین میں اسے ابوبلیح کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تاریخی طور پر عرب میں فتوش کے لیے دو روایات معروف ہیں کہ اول یہ لبنانی ڈش ہے اور دوسری روایت کہ یہ بلاد الشام کا سلاد ہے۔ اُس میں ''خبز'' کے کرنچی خستہ ٹکڑے ڈالے جاتے ہیں۔ یہ میدے کی روٹی کو تل کر پاپڑی کی شکل کی ٹکڑیاں ہوتی ہیں جنھیں مخلوط سبزیوں کے ساتھ مل کر بنایا جاتا ہے۔ اس میں پودینہ بھی ڈلتا ہے جو عموماً کئی دوسرے سلاد میں نہیں ڈلتا، پیاز کھیرا، جرجر (عرب کا مشہور سلاد پتا) نیز لال مولی ڈلتی ہے جو عموماً سلاد میں نہیں ملتی۔ اس میں زیتون کا تیل بھی لازمی ڈالا جاتا ہے، لیموں، انار کا رس یا پھر انار کے دانے، ہری مرچ یا عموماً شملہ مرچ، سرکہ، چقندر، اور جامنی بند گوبھی بھی ڈالی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ سماک پاؤڈر اس کا لازمی جزو ہے۔ لال رنگ کا سماک معروف عربی مسالہ ہے جو قریب ہر ایسے سلاد پر ڈالا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نمک اور کالی مرچ بھی حسب ذائقہ شامل کی جاتی ہے۔

دو تین سال پہلے اسے ہم نے گھر پر بنانا شروع کیا اور پھر ایسا وہ ہمارے گھر اور زندگی کا حصہ بنا کہ پھر چھوڑا نہ گیا۔

کھانے اور بریانی کے ساتھ یہ کچومر سلاد سے بڑھ کر لذیذ ہے اور ہلکی پھلکی غذا اور مہمان داری کے طور پر فروٹ چاٹ سے بڑھ کر غذائیت دار۔

اگرچہ اس کی ترکیب میں کچھ چھوٹے موٹے تڑکے ہم نے اپنی دیسی چیزوں کے بھی لگائے اور اسے اس منفرد ذائقے میں ڈھالا کہ یہ ہمارے روزانہ کے کھانے کا ایک باقاعدہ جز بن کر رہ گیا۔ وزن کم کرنے کے لیے بھی اسے آپ ایک مکمل خوراک کے طور پر لے سکتے ہیں۔ ڈبہ بھر کر فریج میں رکھیں اور کھانے کے اوقات میں روٹی سالن چھوڑیں، ایک پلیٹ فتوش کی تناول کیجیے۔ پیٹ بھی بھرے گا، وزن بھی گرے گا اور طبیعت کا بوجھل پن اور بدذائقہ ڈائیٹ کا عذاب بھی نہ سہنا پڑے گا۔

اجزا:

کھیرے: تین سے چار، سلاد کے پتے (آئس برگ ہو تو لذیذ تر ورنہ کوئی بھی چلے گا): سات آٹھ بڑے سائز کے، ٹماٹر: دو سے تین بڑے سائز کے، سیب: ایک عدد (چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کٹا ہوا)، انار: ایک، سرخ اسٹرابیری (اگر مہیا ہوں تو): چھ سات، اخروٹ: چھ سات عدد، کشمش: آدھا کپ، پسا ہوا پودینہ: دو چمچ، سرکہ سفید یا سیب کا سرکہ: آدھا کپ، ایکسٹرا ورجن زیتون کا تیل: دو سے تین چائے کے چمچ، چاٹ مصالحہ: ڈیڑھ چائے کا چمچ، کروٹنز یا خبز: ایک پیالی (یہ عموماً میدے کی پکی روٹی (خبز) کے ٹکڑوں کو فرائی کر کے بنائے جاتے ہیں۔ مہیا نہ ہونے کی صورت میں آپ سموسہ پٹی کو فرائی کر کے یا پاپڑی کا استعمال بھی کر سکتے ہیں)، سماک پاؤڈر اگر دستیاب ہو تو حسب ذائقہ، لال مولی اور جامنی بند گوبھی اگر میسر ہو جائے تو اچھی لگے گی حسب پسند۔

ان تمام اجزا کو ذرا بڑے چوکور سائز میں کاٹ لیجیے اور سب کو ایک بڑے پیالے میں ڈال کر اچھی طرح ملا لیں۔ اس پر چاٹ مصالحہ، سرکہ، زیتون کا تیل اور پودینہ چھڑک کر اچھی طرح ملا لیں اور سب سے آخر میں کروٹنز یا پاپڑی ڈال کر پیش کریں۔ مزیدار فتوش تیار ہے۔

☆☆☆